Majallah Tahqiq
Research Journal of the
Faculty of Oriental Learning
Vol: 39, Sr.No.112, 2018 pp 15 - 22

مجلہ تحقیق
مجلہ کلیۂ علومِ شرقیہ
جلد۳۹، جولائی۔ستمبر۲۰۱۸ء،شمارہ۱۱۲

میرزا ابراہیم ادہم ہمدانی کے احوال و آثار

☆ڈاکٹر محمد صابر

Abstract:

Ibrahim Adham, pet name Adham was a Persian sufi and mystic poet of 11th century A.H. He was born in Sayyed family of Artiman, near Tuserkan, in Hamedan province of Iran. He came to sub-continent during the reign of ShahJahan. Hakeem Dawood introduced him to the royal court. He followed the great poets of Persian language. He has left a diwan in Persian language.

Key Words: Ibrahim Adham, Hamedan, Sub-continent, Persian language.

میرزا ابراہیم ہمدانی گیارھویں صدی ہجری کا فارسی زبان کا ایک اہم شاعر تھا جو شاعری میں اپنا تخلص ''ادہم'' اختیار کیا کرتا تھا۔اس کا باپ میر محمد رضی آرتیمانی (د.۱۰۳۷ق) بھی ایک صوفی اور فارسی زبان کا شاعر تھا۔جس کا شمار اصفہان میں شاہ عباس اول صفوی کے دربار میں خاص ارادت مندوں اور قریبی ساتھیوں میں سے تھا۔اس نے اصفہان میں سکونت کے دوران صفوی خاندان کی ایک خاتون کے ساتھ شادی کی۔اسی صفوی خاتون سے میرزا ابراہیم پیدا ہوا (صفا، ۱۳۶۷ش: ۵/۱۰۷۰)۔ادہم کا باپ میر محمد رضی کچھ عرصہ صفوی دربار کی وزارت کے منصب پر بھی فائز رہا اور اس کے علاوہ کچھ دیگر اہم ذمہ داریاں بھی سرانجام دیتا رہا،لیکن تصوف و عرفان کی طرف راغب ہونے کی وجہ سے ان سب چیزوں سے کنارہ کش ہو کر کھیتی باڑی میں مصروف ہو گیا۔جب فوت ہوا تو اسے ایک خانقاہ میں سپرد خاک کر دیا گیا۔یہ خانقاہ تویسرکان کے شمال میں واقع ہے (پناہی، ۱۳۸۴ش: ۳۴۸)۔

☆ اسسٹنٹ پروفیسر،شعبہ فارسی،اورینٹل کالج،پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

چونکہ ادہم، ہمدان میں تویسرکان کے قریبی علاقہ آرتیمان میں سادات خاندان کے ہاں پیدا ہوا تھا، اسی بنا پر وہ آرتیمانی اور ہمدانی مشہور ہوا اور اپنے باپ کی طرح عارف اور شیعہ مذہب سے متعلق تھا، اس کی تاریخ پیدائش کے بارے ہمیں زیادہ معلومات نہیں ملتیں۔ لیکن بہت سے تذکرہ نویسوں اور محققین کے بقول اس نے ۱۰۶۰ق/۱۶۵۱ء میں وفات پائی اور وفات کے وقت اس کی عمر ۴۰ سال تھی (گلچین معانی، ۱۳۵۹ش:۷۷)۔ اسی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ وہ تقریباً ۱۰۲۰ق/۱۶۱۱ء میں پیدا ہوا ہو گا (آریا، ۱۳۷۷ ش:۳۶۶/۷)۔

اس کی تعلیم و تربیت کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ملتیں، صرف اتنا پتا چلتا ہے کہ اس نے میر محمد باقر داماد استرآبادی اصفہانی متخلص بہ ''اشراق'' (د.۱۰۴۱ق) سے تعلیم حاصل کی اور اپنا ساقی نامہ اسی کے نام معنون کیا۔ میرزا عبدالباقی، میرزا ہاشم متخلص بہ ''دل'' اور میرزا ابوالحسن متخلص بہ ''حشمت'' اس کے اخلاف میں سے تھے اور یہ سبھی شاعر تھے اور درویش جاوید ولیخانی جس نے مولانا جلال الدین رومی کی مثنوی کی پیروی میں بارہ ہزار ابیات پر مشتمل مثنوی لکھی، اس کا شاگرد تھا (والہ، ۱۳۸۴ش: ۵۲۱/۱؛ ۸۰۲/۲؛ امامی، محمد علی، ۱۳۴۶ش: ۱۵۔۱۶)۔ حسن بیگ بروجردی نے اس سے کسب فیض کیا اور ملا شکوہی ہمدانی بھی اس کی خدمت میں فیض پاتا رہا (خوشگو، ۱۳۸۹ش: ۱۹۵)۔

اس کے تخلص ادہم کے بارے جو پتا چلتا ہے، اس کے ہم عصر شاعر میرزا حسن واہب عالمیری اصفہانی نے اس کے لیے یہ تخلص انتخاب کیا تھا (خوشگو، ۱۳۸۹ش: ۸۰-۷۸۱؛ گلچین معانی، ۱۳۵۹ش: ۷۸۔۷۹)۔

ادہم ایک رباعی میں اس بارے میں واہب سے یوں مخاطب ہوتا ہے:

واهب اگرم ز غم رهانی خوب است نامم به تخلص رسانی خوب است
خواهی کلبی بخوان و خواهی عبدی ما را سك و بنده هر چه خوانی خوب است
(ص۴۳)

واہب نے بھی اس کے جواب میں یوں کہا ہے:

خورشید سپهرا عظمت می خوانم بهتر ز تمام عالمت می خوانم
شاهی و ز درویش تخلص طلبی من ابراهیم ادهمت می خوانم
(والہ، ۱۳۸۴ش: ۶۶۴۲/۴)

واہب نے ایک مستزاد رباعی میں اس کے تخلص کی تاریخ بھی متعین کی ہے:

از علم طراز عالمت می گویم — ای صاحب حال
سر لوح وجود آدمت می گویم — بی نقص و زوال
تاریخ تخلص اگر از من خواهی — ای جوهر فرد
من ابراهیم ادهمت می گویم — با اهل کمال

۱۰۵۴ق (گلچین معانی، ۱۳۵۹ش: ۸۷-۹۷)

وہ شاہ جہان (حک: ۱۰۳۷-۱۰۶۸ق / ۱۶۲۷-۱۶۵۸ء) کے عہد میں برصغیر آیا اور یہاں پر شاہ جہان کے ایک امیر اور درباری طبیب حکیم داود معروف بہ تقرب خان (د. ۱۰۷۳ق) کے ہاں سکونت اختیار کی اور اسی کی سفارش پر بادشاہ کے دربار میں متعارف ہوا (نصر آبادی، ۱۳۷۸ش: ۵۰۹؛ آرزو، ۲۰۰۴ء: ۱۱۰)۔ تقرب خان جو اپنے باپ حکیم عنایت اللہ یزدی کے بعد شاہ عباس کا طبیب رہا (تھاکسن، ۱۳۷۰ش: ۱۱/۱۹۲۴)۔

ادہم، صفوی بادشاہوں کی قربت اور شاعری میں مہارت اور تسلط کی بنا پر اس سرزمین کے بزرگوں کے لطف و کرم اور مہربانی کا سزاوار ٹھہرا (نصر آبادی، ۱۳۷۸ش: ۵۰۹؛ پارسا، ص ۶۳۰) اور یہاں پر گوہر آرا بیگم دختر شاہ جہان کی پرورش کردہ لڑکیوں میں سے کسی ایک کے ساتھ شادی کی (والہ، ۱۳۸۴ش: ۲۸۰/۱)۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ وہ اپنا اہم مقام و مرتبہ بذلہ گوئی کی وجہ سے ختم کر بیٹھا۔ کیونکہ بزرگوں کی محفلوں میں وہ دوسروں کے ساتھ طنزیہ اور اہانت آمیز رویہ اختیار کرتا تھا (سرخوش، ۱۹۴۲ء: ۳)۔ وہ ایک رند، تندخو اور بیباک شاعر تھا اور بھنگ وغیرہ کا استعمال بھی کثرت سے کیا کرتا تھا (برزگر، ۱۳۷۵ش: ۱۶۱)۔

میرزا ابراہیم مغفور اپنے عہد کا ایک اہم اور بہت بڑا ہنرمند تھا اور مزاح گوئی، شوخی، شرارتوں اور خوش گفتاری میں اس کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ اس کی نمکین اور شیریں باتیں زبان زد عام تھیں۔ جیسا کہ میرزا حبیب اللہ صدر جو میرزا کا خالو تھا، کو ہمیشہ شادی کے لیے اصرار کرتا رہتا تھا۔ آخر کار میرزا ابراہیم مان گیا، لیکن اس شرط پر کہ جس سے وہ کہے گا اس کے ساتھ ہی شادی کرے گا۔ نواب صدر نے قبول کر لیا کچھ دن بعد اس نے نواب سے عرض کیا کہ فلاں حلوائی کے گھر اس کی منگنی کروا دیں۔ نواب نے اس کو بہت سمجھایا کہ وہ لوگ ہمارے ہم پلہ نہیں ہیں، شہر کے کسی بڑے اور سادات گھرانے کا بتاو، لیکن وہ نہیں مانا۔ بالآخر محبت اور انس کی بنا پر نواب مان گیا، اگرچہ یہ نواب کے مقام و مرتبہ سے کمتر تھا۔ وہ منگنی کے لیے حلوائی کے گھر گیا۔ حلوائی نے

نواب صدر کے اپنے گھر آنے پر بہت گرم جوشی سے استقبال کیا اور بہت ہی عزت و احترام سے پیش آیا۔نواب نے اس کو گھر آنے کی وجہ بتائی کہ ہم آپ کی بیٹی، میرزا کے لیے لینا چاہتے ہیں۔حلوائی نے نیازمندانہ آداب بجالاتے ہوئے کہا کہ میرے ہاں تو کوئی بیٹی نہیں ہے، میرے ہاں تو صرف یہی ایک ہی لڑکا ہے۔نواب صدر عدم تحقیق کی بنا پر بہت شرمندہ ہوا اور میرزا ابراہیم سے کہا کہ تم نے تحقیق کیوں نہیں کی تھی، ہم کو بھی شرمندہ کروایا۔میرزا ابراہیم بیان کرتا ہے کہ میں نے تو یہ عرض نہ کیا تھا کہ اس کے ہاں لڑکی ہے۔میری مراد بھی یہی لڑکا ہے۔ نواب صدر نے لاحول کہہ کر حلوائی سے عذر خواہی کی اور گھر واپس آگیا (والہ، ۱۳۸۴ش: ۲۷۹/۱)۔

کہتے ہیں کہ لطیف قلندر جب شعر پڑھتا تھا تو سب عاجز آجاتے تھے۔ایک دن وہ ادہم کے ساتھ ایک محفل میں بیٹھا ہوا تھا۔ادہم اس کی پرخراش آواز سے عاجز آگیا اور فی البدیہہ اس کے بارے میں یوں کہا:

میان خروس و لطیف قلندر این فرق است   که این قلندر شهر است و آن قلندر کوه

(خوشگو، ۱۳۸۹ش: ۶۰۷)

میرزا ابراہیم ایک نابغہ روزگار تھا۔طبعیت کی شوخی میں اس کا کوئی ثانی نہیں تھا۔اس طرح کی بہت سی حرکات اس سے سرزد ہوتی رہتی تھیں۔ ایک دن اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ (حک: ۱۰۶۸۔۱۱۱۸ ق/۱۶۵۷۔۱۷۰۶ء) کے عہد میں دربار معلیٰ میں ایک پانچ ہزاری افغان امیر جو بہت شان وشوکت رکھتا تھا، کے قریب ہوا اور کہا کہ کل رات میں نے حضرت صدیق اکبرؓ کو خواب میں دیکھا کہ ان کے محاسن شریف حضور کے محاسن جیسے تھے۔لہذا التماس کرتا ہوں اجازت دیں تاکہ بندہ محاسن شریف پر بوسہ دے اور زیارت کا حق ادا کرے۔اس نے اپنا چہرہ آگے کر دیا تاکہ میرزا بوسہ دے سکے۔میرزا نے اپنا لعاب اس افغان کے منہ پر پھینکا اور گھوڑے پر سوار ہو کر حکیم داود کے گھر کی طرف فرار ہو گیا۔افغانوں نے اس کا تعاقب کیا اور حکیم داود کے گھر کا محاصرہ کرلیا، یہاں تک کہ بادشاہ کو شکایت کی گئی اور افغان تو میرزا کو قتل کرنے پر بضد تھے۔آخر کار طے پایا گیا کہ میرزا نے مسلمانوں اور بادشاہ کے امیر کی توہین کی ہے، اس لیے حکیم داود حکم جاری کرے اور اس کو چند کوڑے مارے جائیں تاکہ فتنہ وفساد ختم ہو جائے۔مجبوراً ایسا ہی کیا گیا۔لیکن فرط غیرت کی وجہ سے میرزا بیمار ہو گیا اور کچھ دن بعد ۱۰۶۰ق میں شاہ جہان آباد میں وفات پا گیا (والہ، ۱۳۸۴ش: ۲۸۰/۱)۔

ایک روایت ہے کہ حکیم داود نے لطف ومہربانی سے اس کا علاج کروایا لیکن اس کی بے ادبی سے عاجز آگیا تھا اور اسے قید کر دیا اور وہ قید ہی کی حالت میں وفات پا گیا یا ایک اور روایت کے مطابق اسے پھانسی

دے دی گئی، لیکن کشن چند اخلاص کے بقول اس کو کسی خاردار گول چیز کی ضرب سے شہید کر دیا گیا (ص ۱۲)۔

ادہم نے بہت سے شعراء یعنی سعدی شیرازی، حافظ شیرازی، اہلی شیرازی، زلالی خوانساری اور رضی آرتیمانی وغیرہ کی پیروی کی اوران کے اشعار کی تضمین بھی کی۔ اس کی شاعری میں ہزل آمیز مطالب کے علاوہ فلسفی اور عرفانی مضامین بھی کثرت سے دکھائی دیتے ہیں۔ اس کی شاعری میں ایہام گوئی، معروف ضرب الامثال اور عامیانہ اصطلاحات بہت زیادہ دکھائی دیتی ہیں (سرخوش، ۱۹۴۲ء: ۳)۔

وہ اپنے زمانے کا بلند پایہ کا شاعر تھا، اس کے ہمعصر شعراء بھی اس کی شاعری کی عظمت کے معترف تھے۔ صائب تبریزی نے بھی اس کی شاعری کی طرف توجہ کی اور اس کے جواب میں ایک غزل کہی اور اس کے شاعری کی تضمین بھی کی۔ ادہم کی غزل ملاحظہ کیجیے:

جامه گلگونی که از خون ریزیم آزرده نیست	گر منش دامن نگیرم،خون من خود مرده نیست
خون دلها ریختی آخر به زور دست حسن	کو دلی کز دست تو چون نازدست افسرده نیست
هر که دیدم زخم کاری از مژگان تو	کیست کز صیاد من صید ناوك خورده نیست
دل منه بر آتش آهم که می سوزد دلت	آتشم گر مرده باشد آن قدر هم مرده نیست
داغهای تازه دارم یك یك از هم تازه تر	در گلستان جنونم یك گل پژمرده نیست
تا بتان ایمان ادهم را به غارت برده اند	یك جو ایمان کرد آن ایمان به غارت برده نیست

(ص ۲٦ ب)

صائب نے ادہم کے جواب اور اس کی پیروی میں جو غزل کہی، وہ یہ ہے:

از هلاك ما سیه بختان کسی آزرده نیست	مرده ما قابل ماتم چو خون مرده نیست
هر که خود را باخت اینجا می زند نقش مراد	پاکباز کوی عشق از نقش کم آزرده نیست
در وصال و هجر،داغ عشقبازان تازه است	در خزان و نو بهار این گلستان افسرده است
از تماشای خرامش چون نلغزد پای عقل؟	خار و خس را طاقت هین سیل عالم برده نیست
صوفیان زنده دل از پوست بیرون رفته اند	در بساط پوست پوشان غیر خون مرده نیست
چون سکندر، خضر اینجا خاك می بوسد ز دور	چشمه آن لب چو آب زندگانی لب خورده نیست
دل ازان توست اگر امروز اگر فردا بود	این قدر تدبیر حاجت در قمار برده نیست
این جواب آن غزل صائب که ادهم گفته است	"گر منش دامن نگیرم خون من خود مرده نیست"

(ج ۲ ص ٦۵٦)

وہ اگرچہ سبک ہندی کا شاعر تھا،لیکن اس نے بزرگ شعراء کی پیروی میں بھی شاعری کی۔اسی بنا پر اس کی زبان سادہ اور عام فہم ہے۔اس کی شاعری میں عربی زبان کے الفاظ اور اصطلاحات کثرت سے دکھائی دیتے ہیں بلکہ اس نے عربی زبان میں بھی چند اشعار کہے ہیں۔اس کے علاوہ اس کے دیوان میں ایک ترکی زبان میں بھی غزل ملتی ہے،جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ترکی زبان بھی جانتا تھا۔

آثار:

اس ایک مختصر سا دیوان ہے جو چار قصائد،ایک ساقی نامہ،دو مختصر مثنویات،مخمسات،غزلیات اور رباعیات پر مشتمل ہے۔اس نے اپنا ساقی نامہ اپنے استاد میر داماد کے نام لکھا۔اگرچہ اس کا ساقی نامہ شہرت اور پختگی کی بنا پر اپنے والد کے ساقی نامہ کے مرتبہ پر نہیں پہنچتا۔

اس کی مثنویوں میں سے ایک مثنوی مخزن الاسرار نظامی گنجوی کی پیروی میں ہے اور دوسری مثنوی رفیق السالکین کے عنوان سے ہے۔

اس کے دیوان کے تین قلمی نسخے ملتے ہیں،جس کے دو قلمی نسخے پنجاب یونیورسٹی،لاہور کی مرکزی لائبریری میں شمارہ APi,vi,62 مجموعہ ءآزاد اور شمارہ Pi/vi157A مجموعہ ءسید عبداللہ کے تحت محفوظ ہیں اور تیسرا قلمی نسخہ بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کی لائبریری میں محفوظ ہے(منزوی،۱۳۵۰ش:۲۲۲۰/۳)۔

☆☆☆☆

منابع و مآخذ:

- آرزو، سراج الدین علی خان، تذکرہ مجمع النفائس، بہ کوشش زیب النساعلی خان، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ۲۰۰۴ء۔
- آریا، غلامعلی، ادہم آرتیمانی، دانشنامہ زبان و ادب فارسی در شبہ قارہ، فرہنگستان زبان و ادب فارسی، تہران، ۱۳۷۷ش۔
- اخلاص، کشن چند، ہمیشہ بہار، مرتبہ دکتر وحید قریشی، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، ۱۹۷۳ء۔
- ادہم، ابراہیم، دیوان ادہم، مرکزی لائبریری، دانشگاہ پنجاب، لاہور، شمارہ Pi/vi157A۔
- امامی، محمد علی، دیوان رضی الدین آرتیمانی، کتابفروشی خیام، تہران، ۱۳۶۵ش۔
- برزگر، ادہم آرتیمانی، دانشنامہ شبہ قارہ زبان وادب فارسی، بہ سرپرستی حسن انوشہ، وزارت فرہنگستان وارشاد اسلامی، تہران، ۱۳۷۵ش۔
- پارسا، تویسرکانی، میررضی آرتیمانی و پسرش ادہم، مجلّہ ارمغان، سال ۱۹، شمارہ ۹۔۱۰، ۱۳۱۷ش۔
- پناہی، ثریا، ادہم، دانشنامہ زبان و ادب فارسی در شبہ قارہ، فرہنگستان زبان و ادب فارسی، تہران، ۱۳۸۴ش۔
- تھاکسن، دبلیو، ادہم، میرزا ابراہیم، دانشنامہ ایران و اسلام، انتشارات علمی و فرہنگی، ایران، ۱۳۷۰ش۔
- خوشگو، بندرا بن داس، سفینہ خوشگو (دفتر سوم) تصحیح دکتر سید کلیم اصغر، کتابخانہ موزہ اسناد مجلس شورای اسلامی، تہران، ۱۳۸۹ش۔
- سرخوش، محمد افضل، کلمات الشعرا، بہ تصحیح صادق علی دلاوری، شیخ مبارک علی، لاہور، ۱۹۴۲ء۔
- صائب، محمد علی، دیوان صائب تبریزی، بہ کوشش محمد قہرمان، انتشارات علمی وفرہنگی، تہران، ۱۳۷۸ش۔

- صفا، ذبیح اللہ، تاریخ ادبیات در ایران، انتشارات فردوس، تہران، ۱۳۶۷ش۔
- گلچین معانی، احمد، تذکرہ پیمانہ، انتشارات دانشگاہ فردوسی، مشہد، ۱۳۵۹ش۔
- منزوی، احمد، فہرست نسخہ ھای خطی فارسی، موسسہء فرہنگی منطقہ ای، تہران، ۱۳۵۰ش۔
- نصرآبادی، محمد طاہر میرزا، تذکرہ نصرآبادی، تصحیح و تحشیہ محسن ناجی نصرآبادی، انتشارات اساطیر، تہران، ۱۳۷۸ش۔
- والہ داغستانی، علی قلی خان، ریاض الشعرا، مقدمہ، تصحیح و تحقیق محسن ناجی نصرآبادی، اساطیر، تہران، ۱۳۸۴ش۔